غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کر دی ہے کہ وہ جھگڑا خلافت کے لئے نہیں ہوا بلکہ قصاص عثمانؓ کی خاطر تھا جو کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کی ابتدا میں ہوا۔

حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے بھائی ہم سے باغی ہو گئے یہ لوگ نہ کافر ہیں نہ فاسق ہیں کیونکہ ان کے پاس تاویل ہے جو کفر و عصیان اور فسق سے روکتی ہے۔

جمہور اہلسنت اسلاف کا عقیدہ ہے کہ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ حق پر تھے۔ اور ان کے مخالف اجتہادی خطا پر جو کہ تحقیر و طعن سے دور ہیں جب صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اجتہادی امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مذموم اور قابل ملامت نہ ہوتا تھا۔ اور بوجود نزول وحی کے ممنوع نہ سمجھا جاتا تھا۔ تو حضرت امیر کرم اللہ وجہ کے ساتھ بعض امور اجتہادیہ میں صحابہ کرام کا اختلاف کرنا جو کہ تمام اصحاب اہل الرائے اور صاحب اجتہاد تھے مخالفت کرنا کیونکر کفر و فسق ہوا۔ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ سے لڑنے والے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کی ایک جم غفیر جماعت جن میں سے بعض کو دنیا میں بلسان نبوت جنت کی بشارت دی گئی ہے برا کہنا سارا دین برباد کرنا ہے۔ اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ حضرت امیر حق پر ہوں اور ان کے مخالف خطا پر۔

حضرت طلحہ و زبیر اصحاب کبار رضوان اللہ اجمعین جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی جنتی ہونے کی بشارت دی ان پر طعن کرنا نامناسب ہے یہ طعن لعنت کرنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے فیصلے کو جن چھ آدمیوں کے سپرد فرمایا ان میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضوان اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ وہی عاشق رسولؐ صحابی ہیں جس نے اپنے والد کو اس بے ادبی کے باعث جو اس نے جناب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی قتل کر کے والد کا سر آں جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں پیش کیا۔ قرآن مجید نے اس عمل کی تعریف اور ثنا بیان فرمائی۔

حضرت زبیر وہی ہیں جن کے قاتل کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی وعید فرمائی۔ اور یوں فرمایا قَاتِلُ زُبَیرٍ فِی النَّار۔

یہ حضرات حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ کے طرفدار تھے۔

ان لوگوں نے حضور پر سب کچھ قربان کیا۔ اولادیں۔ والدین گھر بار مال و اسباب قربان کیا شرف صحبت حاصل کیا۔ وحی الٰہی کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کو دیکھا پیغمبر کے معجزات کو دیکھا حتیٰ کہ ان کا غیب شہادت بن گیا۔ ان کا علم عین الیقین بن گیا۔ اسی وجہ سے دوسروں کا اُحد پہاڑ جتنا سونا راہ خدا میں

باقی صفحہ ۵۳ پر

نزلہ، کھانسی اور زکام
سردی کے موسم میں عام
مناسب احتیاط برتیے۔ بروقت سُعالین لیجیے
سردیوں میں اگر آپ کو نزلہ، زکام، کھانسی
یا گلے میں خراش کی شکایت ہو جائے
تو فوراً سُعالین کا باقاعدہ استعمال شروع
کر دیجیے۔ اور اگر خدانخواستہ تکلیف بڑھ
جائے تو ایک پیالی تیز گرم پانی میں سُعالین کی
چار ٹکیاں حل کر کے جوشاندے کے طور پر
صبح و شام پیجیے۔
سُعالین آپ کو ان بیماریوں سے محفوظ بھی
رکھتی ہے اور نجات بھی دلاتی ہے۔
SUALIN
سُعالین
SUALIN
Sualin
سُعالین
شیشی میں بھی دستیاب ہے
اور نئے اسٹرپ پیکنگ میں بھی۔
نوزو
نک پھوار
ناک کے ورم، سوزش اور بندش کے لیے مفید۔
ایک پھوار ناک کھول دیتی ہے۔
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
اصولِ اخلاق
اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔
ADARTS-SUA-3/85

از جناب مولانا عبدالحلیم اثر افغانی

چند یادیں

مجلہ الحق اکوڑہ کی تازہ اشاعت مجھے آج ۴ جنوری ۱۹۸۶ء موصول ہوئی۔ اس میں برادر عزیز مولانا عبدالحق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ سلمہ اللہ کا ایک مضمون صحبتے با اہل حق کے ذیل میں ان کے اساتذہ ہند کے بارے میں شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف ان مشاہیر کا جن کا ذکر برادر عزیز نے کیا ہے ان کی چند یادوں کو ترتیب دے کر ارسال کر رہا ہوں۔

مولانا ابوالکلام آزاد

(الف) مولانا ابوالکلام آزاد نسلاً حسینی سادات کے خاندان سے تھے حسینی سادات میں دو بزرگ ہو گذرے ہیں۔

۱۔ محمد اکبر سائر الصابرین جن کی نسل سے سید ابوالطیب علی متوفی ۳۵۵ھ ہیں اور ان کی نسل سے مولانا عبدالحی لکھنوی۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالحسن علی ندوی ہیں (جن کا ایک مضمون مجلہ الحق کی اسی اشاعت میں شامل ہے) حضرت شیخ الحدیث سید انور شاہ کاشمیری اس نسل سے ہیں۔

۲۔ محمد اکبر سائر الصابرین کے چھوٹے بھائی تھے۔ داؤد الامیر جن کی نسل سے ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں۔

ب۔ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۲۱ء میں پشاور شہر تشریف لائے تھے۔

صوبہ سرحد میں نیشنل کانگرس کی شاخ قائم کی۔ ڈاکٹر گوش بنگالی پراونشل کانگرس کمیٹی کے صدر۔ آغا لعل بادشاہ بخاری۔ سید قاسم جان، علی گل خان، علی عباس اور کئی دوسرے ورکنگ کمیٹی کے ممبر بنے۔

ج۔ مولانا آزاد کی ادا۔

مولانا آزاد کی مخصوص ادا یہ تھی کہ شیروانی پہنے، تنگ چوڑی دار پاجامہ پہنے تقریر کرنے کھڑے رہتے تو سیدھی سادی تقریر ہوتی جو دس پندرہ منٹ یا آدھی گھنٹہ جاری رہتی۔ لیکن جب وہ اپنا سفید تہہ کیا ہوا چادر اپنے گلے سے مفلر کی طرح تہہ بہ تہہ لپیٹ لیا کرتے تھے تو ان کی اس ادا کے تجربہ رکھنے والے سمجھتے کہ اب سامعین کی خیر نہیں۔ شام کی تقریر صبح تک اور صبح کی دوپہر تک جاری رہتی۔ اور جوں جوں وقت

گذرتا ان کی تقریر گلشن گرج بڑھتی رہتی۔ اردو ادب کے انمول موتی بکھیرتے رہتے۔ اور تقریر کے دوران وقفہ وقفہ سے عربی، فارسی اور اردو کے اشعار فرمایا کرتے۔

پشاور میں ۱۹۲۱ء کی ان کی تقریر ان نامور اسلاف اور مشاہیر کے بارے میں تھی جنہوں نے صوبہ سرحد کی خاک پاک سے اٹھ کر بنگال تک اسلام کا پرچم لہرایا۔ بختیار خلجی نے صوبہ سرحد کے شمالی وزیرستان کی وادی بویہ سے چل کر اپنے ساٹھ جاں نثاروں کے ساتھ بنگال فتح کیا تھا۔ سرحد کے جیالے افغانو اٹھو اور ہندوستان کو انگریزوں کی تسلط سے آزاد کرالو۔

د۔ مولانا آزاد کی علمی یادگاروں ہیں۔ ۱۔ تفسیر قرآن۔ ۲۔ تفسیر سورہ کہف۔ ۳۔ اور ان کی آپ بیتی (تذکرہ ہے) ۴۔ مجلہ الہلال جو آپ نے کلکتہ سے ۱۹۲۷ء میں جاری کیا تھا۔ اس مجلہ میں آپ نے کسی عرب شاعر کا ایک شعر نقل کیا تھا ؎

کان لم یکن بین الحجون الی الصفاء
انیسٌ و لم یسمر بمکۃ سامرٌ

جیسے کوئی نہیں تھا اجیا اور صفا کی پہاڑیوں کے درمیان کوئی دوست اور نہ رات کا قصہ سننے سنانے والا مکہ میں نہیں تھا۔ وہ سمر اللیل رات کی کہانی سنانے والا ابوالکلام آزاد آج ہم میں نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی داستان سنانے والے آج بھی موجود ہیں لیکن سید ابوالکلام آزاد الحسینی کی تقریر کی وہ ادا کہاں اثر افغانی دل کے گوشوں میں آج بھی ان کی آواز گونج رہی ہے۔

مجلہ الحق کی اسی اشاعت میں مولانا آزاد کے متعلق جناب شیر محمد خان غورغشتی کا مضمون بھی ہے جس میں موصوف لکھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے فخر افغان خان عبدالغفار خان کو مشورہ دیا تھا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں لیکن باچا خان نے یہ مشورہ قبول نہ کیا۔

جہاں تک واقعات اور حقائق کا تعلق ہے

| باچا خان نے مولانا آزاد کا مشورہ قبول کیا تھا | باچا خان جو انڈین لیجس لیٹو اسمبلی کے ممبر تھے۔ پاکستان

قیام کے بعد ان کی ممبری آل پاکستان لیجس لیٹو اسمبلی کی طرف منتقل ہو گئی تھی۔ اس اسمبلی کے پہلے اجلاس کے موقع پر جناب باچا خان اور جناب جناح مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ اور ان کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس راقم الحروف کو اس لئے ذاتی علم ہے۔ کہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا ممبر، آل انڈیا مسلم لیگ کمیٹی آف ایکشن کا ممبر اور آل ٹرائبل ایریا مسلم لیگ کا چیف آرگنائزر تھا۔ میرا تعلق صوبہ سرحد سے تھا۔ اور ان دونوں مشاہیر کے درمیان بات چیت سے میری آگاہی لازمی تھی۔ اس گفتگو سے متعلق بعض نکات کی وضاحت مجھے کرنا تھی۔

ز افغان باچا خان اور جناب جناح صاحب مرحوم کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ جناح صاحب کے الفاظ تھے۔

باچا خان! میرے چند گنے چنے مخلص ساتھی ہیں۔ لیکن حکومتی نظام ہاتھ میں لینے کے ساتھ انگریزوں سے اصل شدہ نظام کے ساتھ انگریزوں کے بیوروکریسی کے شاطر و عیار کارندے بھی ساتھ ملے ہیں۔ آپ نے اس بیوروکریسی کے خلاف طویل اور صبر آزما جدوجہد کی ہے۔ آپ ہی پاکستان کی قیادت سنبھالیں۔ میں تو چند دنوں کا مہمان ہوں تاکہ پاکستان کی سیاست بیوروکریسی کے ہاتھوں بچ سکے اور اقتدار سیاست دانوں کے ہاتھوں ں ہی رہے۔

سمجھوتہ ہوگیا تھا۔ اسے کن عناصر نے ناکام بنایا۔ راقم الحروف ایک الگ مضمون میں ان واقعات اور حقائق سے بحث کرنا چاہتا ہے جو آج تک پردۂ راز میں ہیں۔

جناح نے ابوالکلام کا نہیں مانا وزارتی مشن کے دنوں جب مرحوم محمد علی جناح نے تقسیم ہند کی صورت ں مغربی اور مشرقی پاکستان کا تصور پیش کیا تو حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے سردار عبدالرب نشتر مرحوم کو بلوا کر ان سے کہا کہ:۔

"قائد اعظم سے کہہ دیں کہ پاکستان ایسا کہ تقسیم ہند کے بعد خود پاکستان ہی تقسیم ہو۔ نصف پاکستان مغرب میں اور نصف مشرق میں اس سے خود مسلمان تقسیم ہوجائیں گے کچھ بھارت میں کچھ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں۔ پاکستان ہندو مسلم دو قوموں کے نظریہ پر بنایا جا رہا ہے۔ اس نظریہ کے تحت قائم ہونے والی ریاست کے لئے مقابل ریاست انڈیا کے ساتھ تبادلہ آبادی کرنا ہوگا۔ بنگال میں بھی اور مغربی پاکستان کے صوبوں میں بھی۔ اس صورت میں بھی پنجاب اور بنگال دونوں کے مسلمانوں کو تقسیم بھی ہونا پڑ جائے گا۔ اور ان کو تبادلہ کا بھی سامنا کرنا پڑے گا۔

سردار صاحب! جناح صاحب کے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے لیے متحدہ پنجاب کا انتخاب کریں۔ پنجاب کے ۳۶ اضلاع ہیں مسلم آبادی کی جو تعداد پورے بنگال میں ہے پورے پنجاب سے زیادہ نہیں ہے۔ ہندوستان کی تقسیم کی صورت میں مسلمان اور ہندو دونوں قوموں کا تبادلہ لازما ہوگا۔ بنگال کے مسلمانوں کا پنجاب میں تبادلہ کیا جائے تو اس صورت میں ایک ایسا پاکستان بنایا جا سکے گا جس سے مسلمانوں کی ایسی ریاست بن سکے گی جس کی سرحد دہلی تک ہوگی مضبوط اور مستحکم ہوگی۔ اور اسے اس خطرہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو پاکستان کے مشرقی

اور مغربی دو حصوں کے تصور میں ہے۔ جس کی صورت میں مغربی پاکستان سے
مشرق تک جانے کے لئے ہندوستان کی حدود کے اندر ایک ہزار میل سے زیادہ
کا راستہ ہندوستان سے مانگنا ہوگا جب کہ بحری راستہ سے مشرقی بازو تک پہنچنے میں
مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دوسری بات یہ کہ مشرقی پاکستان کی صورت جو بھی ہوگی اس کے ایک طرف
سمندر اور تین طرف ہندوستان ہوگا۔ اور جو پاکستان متحدہ پنجاب کی صورت میں ہوگا
اس کے طرف ہندوستان ہوگا اور آگے چل کر مغربی اور مشرقی پاکستان کی صورت میں
پاکستان کے لئے جن خطرات کا لازماً سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کا بھی خطرہ نہیں ہوگا"

مولانا آزاد کا یہ مشورہ جناح صاحب نے نہیں مانا۔ اس سے بحث کرنا ہوگی۔ نہ ماننے کے اسباب اور عوامل
سے پردہ اٹھانا پڑے گا۔[له]

سردار عبدالرب نشتر عبداللہ زئی کاکڑ تھے۔ یہ ابدالی قوم کی ایک شاخ ہے۔ جو وادی ژوب میں
رہتی ہے۔ راقم الحروف کے آباؤ اجداد بھی کاکڑی علاقہ میں تھے۔ اس کے علاوہ سردار عبدالرب نشتر کے
والد ماجد مولانا عبدالحنان کی سکونت علاقہ ہشت نگر تحصیل چارسدہ کے موضع ترنگزائی میں تھی۔ جو دریائے
جنبدی کے مشرقی کنارے پر ہے۔ اسی ترنگزائی کے بالمقابل دریائے جنبدی کے مغربی کنارے موضع سپیل
مائی میں راقم الحروف کے والد ماجد اور ان کے بھائیوں کی دوسوسی جریب اراضی تھی۔ میرے والد کے تین
بھائی اور تھے مندرجہ ذیل ترتیب سے۔

عبدالحکیم۔ محمد کریم۔ سید کریم اور عبدالرحیم۔ ان میں سے سید کریم میرے والد تھے۔ یہ چاروں بھائی ۱۸۹۷ء
کے جہاد مالاکنڈ گئے۔ محمد کریم اور عبدالرحیم نے شہادت پائی۔ عبدالکریم گرفتار ہو کر منٹگمری جیل بھجوائے
گئے۔ تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نیلام کی گئی۔ ایک میرے والد زندہ بچ گئے تھے۔ آج میں عبدالحلیم
ان چار بھائیوں کی یادگار صرف ایک فرد ہوں میرا کوئی بھائی نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر مرحوم کے والد مولانا عبدالحنان اور میرے والد سید کریم باجوڑ کے وادی ماموند
کے موضع بلوٹ تک انگریزوں کا مقابلہ کرتے رہے تب سے سردار عبدالرب نشتر سے راقم الحروف کا تعلق رہا

له قائد اعظم مرحوم کی رائے تھی مغربی پاکستان کے مغرب میں سولہ کروڑ مسلمان۔ اور مشرقی پاکستان کے مشرق میں سولہ
کروڑ مسلمان۔ پاکستان کے دونوں بازو ان بتیس کروڑ مسلمانوں کو منظم کرلے گا (ناشر)

وہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے ہیں ان کو لالہ کہتا اور وہ مجھے گلے کہتے۔ جناب لالہ صاحب سردار عبدالرب نشتر مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد کا ان کے ذریعہ جناح صاحب کو پیغام اور بعد کے واقعات راقم الحروف کو ان کے لالہ صاحب مرحوم کے ذریعہ علم میں آئی تھیں۔

برادر عزیز مولانا عبدالحق سلمہ اللہ نے اپنے اس مضمون میں اپنے جن اساتذہ اور اکابر علماء ہند کا ذکر کیا ہے جیسے ۱۔ حسین احمد مدنی ۲۔ مفتی کفایت اللہ ۳۔ مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی ۴۔ مولانا احمد سعید دہلوی اور ان کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہم کا۔

برادرم مولانا عبدالحق نے ان مشاہیر کے دینی اور علمی فضیلتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کے سیاسی مقام اور کام کا ذکر نہیں کیا ہے۔ راقم الحروف کی چند یادیں اس موضوع سے متعلق ہیں۔

پس منظر ۱۹۲۷ء میں مولانا آزاد کے ۱۹۲۱ء کی دردناک اپیل پر کہ افغانو! اٹھو۔ اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چل کر ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرا لو۔ سترہ ساتھیوں نے بمقام اتمان زائے انجمن نوجوانان کے نام سے ایک سیاسی تحریک کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۲۸ء میں سرخپوش خدائی خدمت گار کے نام سے بمقام اتمان زائے سب سے پہلا اجلاس ہوا۔ مولانا شمس الحق افغانی مرحوم ساکن ترنگزائی نے اس میں والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات پر تقریر فرمائی۔ فیصلہ ہوا کہ جامعہ ملیہ اسلامی دہلی کے طرز پر ایک دینی درسگاہ قائم کی جائے۔ بعد میں اس تحریک کا نام خلافت کمیٹی رکھا گیا۔

ہشت نگر میں جمعیۃ علماء افغان قائم کی گئی۔ صوبہ سرحد کے طول و عرض میں تحریک خدائی خدمت گار اور تحریک جمعیۃ العلماء کی تنظیم ایک ساتھ ہوتی رہی۔ جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کی پوری حمایت تحریک خدائی خدمت گار کو حاصل تھی۔ ۱۹۳۰ء میں سرخپوش خدائی خدمت گاروں کی تعداد تین لاکھ تھی۔ اور جب انگریزوں نے خدائی خدمت گاروں کو قید و بند میں ڈالنا شروع کیا تو جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے اراکین میں سے ساڑھے تین ہزار علماء خدائی خدمت گاروں کے دوش بدوش قید و بند کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے جھیل رہے تھے۔ ہری پور سنٹرل جیل کے ریکارڈ سے اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

۱۹۳۵ء اس سال سرحد اسمبلی کے سپیکر تھے۔ ملک خدا بخش خان ایڈووکیٹ آف ڈیرہ اسماعیل خان

اور اسمبلی کے ایک رکن تھے۔ خان پیر بخش خان وکیل جو نسلاً گگی نزائے افغان تھے پشاور شہر کے رہنے والے تھے اور مرحوم علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کے شاگرد خاص۔

خان پیر بخش خان نے سرحد اسمبلی میں محمڈن لا کے نام سے ایک بل جس میں عائلی قوانین، حق وراثت اور حق شفعہ جیسے مسائل تھے۔ پیش کرنا چاہی۔ اس کے لئے جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد سے رائے لی گئی۔

ان دنوں مولانا داؤد ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خان جمعیۃ العلماء سرحد کے صدر

۲۔ مولانا محمد اسرائیل ساکن اتمان زائے ناظم اعلیٰ۔

۳۔ اور راقم الحروف عبدالحلیم اثر افغان نائب ناظم اعلیٰ تھا۔

راقم الحروف ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک تحریک خدائی خدمت گار میں رہا۔ اور اس کے بعد جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد میں شامل ہوا۔ ۱۹۳۵ء میں جمعیۃ العلماء ہشت نگر اور جمعیۃ العلماء احناف مردان دونوں کا معتمد عمومی۔ جمعیۃ العلماء میرہ کا ناظم اعلیٰ اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کا نائب ناظم اعلیٰ تھا۔

یہ مسئلہ جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کی ورکنگ کمیٹی میں پیش ہوا۔ جمعیۃ کے ورکنگ کمیٹی میں چالیس ارکان تھے جن میں سے ایک مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم تھے۔ اور دوسرے شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمان ساکن گندی ننددخیل تنگی ہرہ زائے تھے۔ اور تیسرے حضرت سید حسین احمد مدنی کے شاگرد خاص مولانا سید گل بادشاہ صاحب مرحوم ساکن طورو مردان۔

جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد نے فیصلہ کیا کہ پیش نظر مسئلہ کی تائید کو تقویت دینے کے لئے جمعیۃ العلماء ہند کی کانفرنس بمقام پشاور منعقد کی جائے۔ اور فیصلہ کے مطابق بمقام شاہی مہمان خانہ پشاور جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ یہ سہ روزہ کانفرنس تھی۔ اس میں کل ہند کے ۷۲ سے اکابر علماء نے شمولیت فرمائی جن میں سے چند ایک اکابر علماء ہند وہ تھے جن کا ذکر برادرم عبدالحق نے اپنے ارشادات میں کیا ہے۔

شاہی مہمان خانہ کے عظیم صحن میں بہت بڑا اسٹیج بنایا گیا تھا جس میں تمام مندوبین کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور میزبانی کے فرائض جناب سید مولانا عبدالقیوم پوپلزائی ابدالی ادا کر رہے تھے۔

مولانا عبدالقیوم پوپلزائی کے بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم پوپلزائے تھے جو اپنے عہد کے جید اور متبحر عالم اور اپنے عہد کے بڑے انقلابی رہنما تھے ان کی تحریک مزدور کسان، ۲۔ صوبہ سرحد خلافت کمیٹی ۳۔ صوبہ سرحد خاکسار تحریک۔ ۴۔ صوبہ سرحد خدائی خدمت گار۔ ۵۔ جمعیۃ العلماء سرحد کے نوجوان ان پانچ تنظیموں کے رضاکار معزز مہمانوں اور شرکاء جلسہ کی خدمت کے لئے مصروف تھے۔ ان دنوں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کا وجود نہیں تھا۔

بل کے حق میں قرارداد کی تائید بل کے حق میں جو قرارداد کانفرنس میں پیش کی گئی تھی اور اس کی تائید جن اصحاب نے کی تھی۔ ان میں سے ایک صاحب جناب خان غلام محمد خان مرحوم جو لوند خوڑ علاقہ بانیرائے مردان کے رہنے والے تھے۔ فخر بانیرائے کہلاتے تھے۔ اور پراونشل کانگرس کمیٹی صوبہ سرحد اور خدائی خدمت گار کے صدر تھے۔ آپ نے قرارداد کی تائید کرتے ہوئے فرمایا

" صدر جلسہ سید احمد مدنی صاحب۔ معزز اراکین جمعیتہ علماء ہند اور دیگر مندوبین و شرکائے کانفرنس میں بحیثیت صدر پراونشل کانگرس کمیٹی صوبہ سرحد اور تحریک خدائی خدمت گار اس پیش شدہ قرارداد کی تائید کا اعلان کرتا ہوں۔ خدائی خدمت گار تحریک کے تین لاکھ رضاکار اس قرارداد کی منظوری کے لئے جمعیتہ العلماء ہند دونوں کے اراکین انگریز کے خلاف جنگ آزادی میں شانہ بہ شانہ شریک اور قید و بند کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں یہ قرارداد جیسے جمعیتہ العلماء کی قرارداد ہے میں اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ خان عبدالغفار خان کی طرف سے تائید کرتا ہوں۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ حضرت الشیخ العالم الفاضل والعارف الکامل حسین احمد مدنی صاحب مرحوم بھاری بدن مگر سڈول۔ گندمی رنگ۔ خراسان کے علماء کا لباس اور سنجیدہ، پر وقار۔ آپ نے بیٹھ کر تقریر فرمائی۔ جو کافی طویل مربوط اور مسلسل تھی۔ موضوع تھا۔ مسلمان حکمرانان ہند کے زمانہ میں انسانی ضروریات زندگی کی قیمتیں اور موجودہ انگریزی عہد میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ عہد حکمرانی اور انگریزوں کے ایک سو سالہ عہد حکومت میں فرق کے حوالے جس استناد سے ارشاد فرما رہے تھے جیسے لکھا ہوا بیان سنا رہے ہوں یہ ان کی قوت حافظہ کا کمال تھا۔ اور جب ہند کے ــــــ مسلمان سلاطین کے اصول حکمرانی اور اسلام کی سربلندی کے لئے ان کی خدمات کی تعریف اور بعض مسلمان حکمرانوں کے اعمال پر پورے استناد اور حوالوں سے تنقید شروع کی تو ہندوستان پر مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ عہد حکومت کی پوری تاریخ سامنے آگئی۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کو اعلیٰ انسانی اقدار سے روشناس کرانے کے سلسلہ میں جو نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے اس کا تفصیل سے جائزہ لیا کہ اس سے ثابت فرمایا کہ مسلمان اپنی جگہ شرف انسانیت کا بلند تر مقام حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہندو قوم کی محسن ہے۔

تقریر تو سبھی لوگ کرتے ہیں لیکن سنجیدگی، وقار، متانت اور استدلال کے ساتھ اس قسم کی تقریر حضرت سید حسین احمد مدنی مرحوم کا خاصا تھی۔ جو سیاسی بھی تھی۔ تاریخی بھی۔ علمی اور مذہبی بھی۔

مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی دبلے پتلے۔ سیاہ رنگت۔ خراسانی علماء کا لباس۔ کشیدہ قامت۔ تقریر میں وقار۔ اور سنجیدگی۔ ٹھہر ٹھہر کر تقریر کے فقرے ادا کرنے والے۔ چہرۂ مبارک پر تقدس کا نور۔ پیشانی

شہر کے حضرت مولانا محمد احسن المعروف بہ حافظ دراز پشاوری۔ شارح صحیح بخاری کے فرزند حضرت مولانا محمد الیاس چانوی اور مولانا کفایت اللہ میں مجھے فرق کرنا مشکل نظر آیا۔ البتہ مولانا محمد الیاس مرحوم کی رنگت سفید تھی۔

مولانا احمد سعید دہلوی | جسامت کے لحاظ سے مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا شوکت علی رامپوری برادر اکبر مولانا شوکت علی برادر اکبر مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے درمیان فرق کرنا مشکل۔ مولانا شوکت علی اپنی تاریخی لاٹھی کے ذریعے سٹیج پر چڑھتے اور دوران تقریبا اپنے دائیں ہاتھ کی موٹی انگلی اٹھا کر فرماتے تھے۔ لو میرے ٹینگے پر۔

اور مولانا احمد سعید اپنے بھاری بدن کی وجہ سے ساتھیوں کی امداد سے سٹیج پر تشریف لاتے تھے اور دوران تقریر ٹینگا نہیں دھرتے تھے۔ تقریر کیا تھی جیسے دہلی کے قریب دریائے جمنا کی لہریں موج اٹھا رہی ہوں۔ ان کی تقریر سیاسی بھی تھی اور مذہبی بھی۔ انگریزوں کے دور حکومت میں حسنی سادات کے متراج حضرت مہاجر مکی شیخ الہند محمود حسن کے عہد سے لے کر موجودہ عہد تک جمعیۃ العلماء ہند کے اسلامی خدمات کا جائزہ لیا اور جمعیۃ العلماء صوبہ سرحد کے مجوزہ شرعی بل کو جمعیۃ العلماء ہند کی اس ذیلی شاخ کا ریس کا ... قرار دیا۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی | جمعیۃ العلماء ہند کے تمام قائدین جو اس کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ ان سب میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی سب سے زیادہ حسین تھے اتنے حسین کہ حضرت جریر بن عبداللہ کو حضرت امیر المومنین عمر فاروق نے یوسف الامت کا لقب عطا فرمایا تھا اور مولانا حفظ الرحمن اپنی جگہ یوسف الامت تھے۔

کشیدہ قامت۔ دبلے پتلے۔ کالی داڑھی۔ سر پر علاء میرٹھ اور رامپور کی طرح ہلکا سفید عمامہ اور جب تقریر فرمانے لگتے تو انتہائی تند و تیز۔ تقریر کہ آج تک کسی دوسرے عالم کی نہیں سنی۔ ایک ایک لفظ اس تسلسل اور روانی کے ساتھ جیسے موسلا دھار بارش کے قطرے برس رہے ہوں اولوں پر اولے گر رہے ہوں۔ اولے نہیں آپ پر معنی الفاظ کے موتی نچھاور کر رہے تھے تاکہ سننے والوں کی جھولیاں ان موتیوں سے لبالب بھر جائیں۔

میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک عالم نے فرمایا ماشاء اللہ سبحان اللہ۔ مولانا میرٹھ کے پٹھان معلوم ہوتے ہیں ان کی زبان ان کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول ہے تقریر نہیں فائرنگ کر رہے تھے۔ وہ کونسا سنگ دل منکر ہوگا جو اس چاند ماری سے اپنا دل سلامت لے جا کر منکر رہ سکے گا۔